دیکھ! اللہ دیکھ رہا ہے

اس لئے گناہ مت کر!

مشقت کے ڈر سے نہ چھوڑ وعبادت، نہ لذت کی خاطر کر و تم معاصی
کہ لذّت بھی فانی، مشقّت بھی فانی، گنہ اور عبادت کا انجام باقی

(ثاقب قاسمی)

تفصیلات

کتاب کا نام: دیکھ! اللہ دیکھ رہا ہے

از افادات: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
حضرت حاجی شکیل احمد صاحب مدظلہ العالی

تعداد اشاعت: ایک ہزار

بارِ اشاعت: اوّل

سن اشاعت: سنہ ۲۰۱۵ء سنہ ۱۴۳۶ھ

ناشر: حرا پبلی کیشن، پنویل، نئی بمبئی

قیمت: 80 روپئے

ملنے کا پتہ

ادارۂ اسلامیات

(۳۶ر محمد علی روڈ، ممبئی ۳، انڈیا) Ph: 022-23435243

حراپبلکیشن

تعارف... مقاصد... سرگرمیاں

"**حراپبلکیشن**" کسی کی ذاتی مِلک نہیں، بل کہ یہ ادارہ "وقف للّٰہ" ہے۔ الحمد للہ ادارے کو مستند علما کرام اور مفتیانِ عظام کا مشورہ اور علمی تعاون حاصل ہے۔ادارے کا مقصد یہ ہے کہ:

۱۔علمائے حق کی ضخیم کتابوں سے امت کی دینی ضرورت کے مطابق چھوٹے چھوٹے کتابچے تیار کئے جائیں تا کہ ہرایک کے لیے خریدنا اور پڑھنا دونوں آسان ہو۔

۲۔ امت کی دینی ضرورت کے پیشِ نظر، عام فہم کتابیں مختلف زبانوں میں شائع کی جائیں، تا کہ دینی بیداری کے ساتھ ساتھ، دین کے تمام شعبوں کا علم حاصل کرنا بھی ہر ایک کے لیے آسان ہو سکے۔

"حرا" کی کتابیں طباعت کے اعلیٰ معیار کے مطابق، عمدہ کاغذ اور خوبصورت سے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں، تا کہ دینی کتابوں کا باطنی اور ظاہری حسن دونوں باقی رہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ "**حراپبلکیشن**" کی کتابیں عوام وخواص میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہیں، معیاری طباعت کی وجہ سے کتابیں کچھ مہنگی تو ضرور ہوتی ہیں، مگر اہلِ ذوق پسند کرتے ہیں اور اہلِ دل دعائیں دیتے ہیں۔

گزارش ہے کہ آپ بھی "**حرا**" کی کتابوں کے خریدار بنیں، خود پڑھیں، علماء کرام اور پڑھنے والے دوست واحباب کو ہدیۃً پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ ادارے کو ہر شر سے بچا کر ہر طرح کی ترقیات سے نوازے اور تمام معاونین کے لیے دنیا وآخرت کا ذخیرہ بنائے۔(آمین)

احبابِ حرا

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

زیرِ نظر کتاب "دیکھ! اللہ دیکھ رہا ہے" دو کتابچوں کا مجموعہ ہے۔ پہلا کتابچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کے ایک بیان پر مشتمل ہے، جس کا عنوان "دنیا میں گناہوں کے نقصانات" ہے اور دوسرا کتابچہ حضرت اقدس حاجی شکیل احمد صاحب مدظلہ العالی کا ہے جس کا نام ہے۔ "گناہ چھوڑنے کے فائدے اور اس کا آسان طریقہ"۔

پورے عالم میں بے چینی اور بے سکونی کی واحد وجہ گناہوں کی کثرت ہے۔جس طرح دنیا کی ہر چیز مثلاً آگ، پانی، ہَوا وغیرہ کے اندر اللہ پاک نے ایک تاثیر رکھی ہے، اسی طرح ہر نیکی اور ہر گناہ کے اندر بھی ایک تاثیر ہے۔

ہر نیکی سکون کی ایک کیفیت پیدا کرتی ہے جبکہ ہر گناہ انسان کو بے چینی میں مبتلا کر دیتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب گاڑی چلانے والے کا ٹریفک سگنل توڑ کر آگے بڑھ جانا اس کے دل کے دھڑکن کو بڑھا دیتا ہے تو احکم الحاکمین کے قانون کی مخالفت سے زندگی میں جس قدر بھی بے چینی اور بے سکونی ہو، کم ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے مذکورہ کتابچہ میں گناہوں کے دنیوی نقصانات کو تفصیل سے نمبروار بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت اقدس حاجی شکیل احمد صاحب مدظلہ نے اپنے رسالہ میں گناہ چھوڑنے کے فوائد کے ساتھ ساتھ متقی بننے کا آسان نسخہ بھی تحریر فرمادیا ہے۔ پہلے کتابچہ سے گناہوں کے نقصانات کا علم ہوجانے کے بعد ہر ایمان والا گناہوں کو چھوڑ دینے کی فکر کرے گا اور دوسری کتاب کو پڑھنے سے گناہ چھوڑنے کے فائدے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح دونوں کتابچوں کو یکجا کردینے کی وجہ سے ان کی افادیت دوبالا ہوگئی ہے۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے کتابچہ سے پہلے تمہیدی طور پر کچھ ضروری باتیں نقل کردی گئی ہیں، جس میں گناہِ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ کی تعریف اور بڑے بڑے گناہوں کی ایک فہرست بھی شامل ہے تاکہ گناہوں کے نقصانات پر مطلع ہونے سے پہلے قارئین کو گناہوں کا علم اور اس سلسلے بھی ہوجائے۔

اللہ تعالیٰ دونوں بزرگوں کی کاوشوں کو قبولیت اور مقبولیت سے سرفراز فرما کر اس کتاب کو امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے اور تمام معاونین کو دارین کی کامیابی اور سرخروئی عطا فرمائے۔ (آمین)

والسلام

احبابِ

حرا HIRA PUBLICATION

پنویل، نئی بمبئی

چند ضروری باتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا کتابچہ ''دنیا میں گناہوں کے نقصانات'' سے قبل، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہی کی کتابوں کی روشنی میں اس موضوع کی مناسبت سے چند ضروری باتیں عرض کردی جائیں تاکہ کتاب سے استفادہ سہل اور آسان ہوجائے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ دنیا دارالعمل اور آخرت دارالجزاء ہے، لہٰذا اچھائی اور برائی کی جزا بس آخرت میں ہی ملے گی، دنیا میں اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ حالاں کہ یہ سوچ بالکل بے بنیاد اور حقیقتِ واقعہ سے عاری ہے، کیوں کہ یہ مشاہدہ ہے اور تاریخ اس پر شاہد عدل ہے کہ برائی کا انجام بہرحال دنیا میں بھی برا ہوا۔ (مستفاد: جزاء الاعمال)

گناہ کی تعریف

اللہ پاک اور رسول ﷺ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، انہیں نہ کرنا اور جن کے کرنے سے روکا ہے انہیں کرنا گناہ کہلاتا ہے۔

یہ تعریف عام ہے، کبیرہ وصغیرہ دونوں کو شامل ہے۔ اب ہم گناہ کی تقسیم اور گناہِ کبیرہ وصغیرہ کی تعریف کرتے ہیں۔

گناہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) گناہِ کبیرہ (۲) گناہِ صغیرہ

گناہ کبیرہ

ہر وہ کام یا نافرمانی جس کے بارے میں شریعت کی جانب سے قباحت یا لعنت اور شدید وعید وارد ہوئی ہو وہ کبیرہ ہے۔

مثلاً: (1) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ (2) جادو کا عمل کرنا کرانا۔ (3) ناحق قتل کرنا۔ (4) سود کھانا کھلانا یا اس پر گواہ بننا۔ (5) یتیم کا مال کھانا۔ (6) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (7) زکوٰۃ نہ دینا۔ (8) عمداً رمضان کا روزہ نہ رکھنا۔ (9) قدرت کے باوجود حج نہ کرنا۔ (10) زنا کرنا یا اغلام بازی کرنا۔ (11) رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنا۔ (12) تکبر کرنا۔ (13) شراب پینا۔ (14) جوا کھیلنا۔ (15) چوری کرنا۔ (16) جھوٹی قسم کھانا۔ (17) رشوت کھانا۔ (18) جھوٹ بولنا۔ (19) ناحق کسی کو ستانا۔ (20) مردوں کا عورت کی مشابہت اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا۔ (21) پیشاب کے قطرے سے اجتناب نہ کرنا۔ (22) فرض وواجب نماز کو ترک کرنا۔ (23) چغل خوری کرنا۔ (24) تقدیر کا انکار کرنا۔ (25) بدفالی لینا۔ (26) ذی روح کی تصاویر لینا۔ (27) نوحہ کرنا۔ (28) کمزوروں، مثلاً بیوی' بچے اور جانوروں کو ناحق مارنا۔ (29) پڑوسی کو ستانا۔ (30) ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا۔ (31) مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا۔ (32) سونے چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا۔

(33) مرد کا سونا یا ریشم زیب تن کرنا۔ (34) لڑائی جھگڑا کرنا۔ (35) دھوکہ بازی کرنا۔ (36) صحابہ کو برا کہنا۔ (37) خیانت کرنا۔ (38) ناحق کسی پر لعن طعن کرنا۔ (39) بے وفائی اور وعدہ خلافی کرنا۔ (40) ناپ تول میں کمی۔ (42) عورتوں کا بال کٹوانا۔ (43) مصیبت پر واویلا مچانا۔ (44) مختصر اور تنگ لباس زیب تن کرنا۔ (45) نامحرم عورت کے ساتھ خلوت کرنا۔ (46) نامحرم عورت سے مصافحہ کرنا۔ (47) عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا۔ (48) میوزک اور گانے سننا۔ (49) اپنے مال کو فضول ضائع کرنا۔ (50) حائضہ بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا۔ (51) عورت کا بن سنور کر، خوشبو لگا کر، یا بے پردہ اجنبی مردوں کے سامنے نکلنا۔ (52) مزدور کو اس کی مزدوری نہ دینا۔ (53) بلاضرورت لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا۔ (54) بدعت کا ارتکاب کرنا۔ (55) اجنبی عورت کو عمداً دیکھنا۔ (56) نماز کو اس کے وقت سے موخر کر کے پڑھنا۔ (57) جلدی جلدی نماز پڑھنا۔ (58) کسی کو برے نام سے پکارنا۔ (59) اولیاء سے عداوت کرنا۔ (60) کھلے عام گناہ کرنا۔ (61) اپنے گناہ لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔ (62) مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا وغیرہ وغیرہ۔

گناہِ صغیرہ

ہر اس گناہ کو گناہِ صغیرہ کہا جاتا ہے جس کو کرنے سے شریعت نے روکا ہو، البتہ اس پر کوئی شدید وعید نہ بیان کی ہو، مثلاً بغیر عذر کے بائیں ہاتھ سے کھانا یا پینا وغیرہ۔

علما نے لکھا ہے کہ گناہِ صغیرہ پر دوام بھی گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ یعنی بغیر توبہ کے صغیرہ گناہ بھی مستقل کیا جانے لگے تو وہ بھی کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شامل ہو جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا میں گناہوں کے نقصانات

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دنیا میں گناہوں کے نقصانات

گناہ کرنے سے دنیا کا کیا نقصان ہے؟

یوں تو اس کی مضرتیں اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ مگر اس مقام پر اولاً کچھ آیات واحادیث اجمالاً اور بعض آثار بتلاتے ہیں، اس کے بعد کسی قدر ترتیب سے لکھیں گے۔

قرآن کریم میں جو نافرمانوں کے جابجا قصے اور اس کے ساتھ ان کی سزائیں مذکور ہیں وہ کس کو معلوم نہیں!

وہ کیا چیز ہے جس نے ابلیس کو آسمان سے زمین پر پھینکا؟ یہی نافرمانی ہے جس کی بدولت وہ ملعون ہوا۔

صورت بگاڑ دی گئی، باطن تباہ ہوگیا، بجائے رحمت کے، لعنت نصیب ہوئی، قُرب کے عوض بُعد یعنی اللہ سے قریب ہونے کے بجائے اللہ سے دوری پیدا ہوگئی۔ تسبیح وتقدیس کی جگہ، کفر شرک، جھوٹ، فحش انعام ملا۔

وہ کیا چیز ہے جس نے نوح علیہ السلام کے زمانے میں تمام اہلِ زمین کو طوفان میں غرق کر دیا۔

وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے ہوائے تُند کو یعنی سخت آندھی کو قومِ عام پر مسلط کیا گیا۔ یہاں تک کہ زمین پر پٹک پٹک کر مارے گئے۔

وہ کون سی چیز سے ہے جس سے قومِ ثمود پر چیخ آئی جس سے اُن کے کلیجے پھٹ گئے، اور وہ تمام کے تمام ہلاک ہو گئے۔

وہ کون سی چیز ہے جس سے لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں آسمان تک لے جا کر الٹ دی گئیں۔ اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔

وہ کون سی چیز ہے جس سے شعیب علیہ السلام کی قوم پر بادل کی شکل میں عذاب آیا؟ اور اس سے آگ برسی۔

وہ کون سی چیز ہے جس سے قومِ فرعون بحرِ قلزم میں غرق کی گئی؟

وہ کون سی چیز ہے جس سے قارون کو گھر اور مال واسباب کے ساتھ زمین میں دھنسایا گیا؟

وہ کون سی چیز ہے جس نے بنی اسرائیل پر ایسی قوم کو مسلط کیا جو سخت لڑائی والی تھی اور جو ان کے گھروں میں گھس گئے اور ان کو تہس نہس کر ڈالا؟ اور پھر دوسری بار ان کے مخالفین کو ان پر غالب کیا جس سے پھر ان کا بنا بنایا کارخانہ تباہ و برباد ہوا۔

اور وہ کون سی چیز ہے جس نے بنی اسرائیل کو طرح طرح کی مصیبت اور بلا میں گرفتار کیا؟ کبھی قتل ہوئے کبھی قید، کبھی ان کے گھر اجاڑے گئے کبھی ظالم بادشاہ ان پر مسلط ہوئے کبھی جِلاوطن کئے گئے۔

وہ چیزیں جن کے یہ آثار ظاہر ہوئے؛ اگر نافرمانی نہیں تھی تو پھر کیا تھا!

ان قصوں کو (قرآن کریم میں) جا بجا ذکر فرمایا گیا اور نہایت مختصر الفاظ میں اس کی وجہ

ارشاد ہوئی۔

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ سورۃ النحل)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ (اللہ کی نافرنی کر کے) خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

دیکھئے ان لوگوں نے اسی گناہ کی بدولت اسی دنیا میں کیا کیا خرابیاں اور سزائیں بھگتیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب قبرص فتح ہوا تو جُبَیر بن نُفَیر نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ ایسے خوشی کے دن میں رونا کیسا؟ جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہلِ اسلام کو عزت دی۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے جبیر! افسوس ہے کہ تم نہیں سمجھتے۔ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیسی ذلیل اور بے قدر ہو جاتی ہے۔

دیکھو کہاں تو یہ قوم برسرِ حکومت تھی، خدا کا حکم چھوڑنا تھا کہ ذلیل خوار ہو گئی۔ جس کو تم اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ کا پاک ارشاد ہے: اِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ۔

یعنی بے شک آدمی اپنے گناہوں کے سبب رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے، پانچ چیزیں ہیں، میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔

۱۔ جب کسی قوم میں بے حیائی کے کام علیٰ الاعلان ہونے لگیں گے تو وہ طاعون میں اور ایسی ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوئیں۔

۲۔ اور جب کوئی قوم ناپنے اور تولنے میں کمی کرے گی تو قحط اور تنگی اور حاکموں کے ظلم میں مبتلا ہوگی۔

۳۔ اور جو قوم بھی زکوٰۃ بند کرے گی، رحمت کی بارش ان سے روک دی جائے گی۔اور چوپائے نہ ہوتے تو ان پر کبھی بارش نہ ہوتی۔

۴۔ جب کوئی قوم عہد شکنی یعنی وعدہ خلافی کرے گی تو اللہ تعالیٰ دشمن کو ان کے اوپر مسلط فرمادے گا جو جبراً ان کے مالوں کو لے لیں گے۔

ابن ابی الدنیا روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زلزلہ کا سبب دریافت کیا، انھوں نے فرمایا کہ جب لوگ زنا کو امر مباح کی طرح بے باکی سے کرنے لگتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور موسیقی یعنی میوزک وغیرہ بجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو آسمان میں غیرت آتی ہے، زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کو ہلا ڈال۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے شہروں میں ہر طرف حکم نامے بھیجے، جن کا مضمون یہ ہے:

بعد حمد وصلاۃ کے مدّعا یہ ہے کہ زمین کا یہ زلزلہ، اللہ تعالیٰ کے عتاب کی علامت ہے، میں نے تمام شہروں میں لکھ بھیجا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں مہینے میں میدان میں دعا اور تضرع کے لیے نکلیں،

اور جس کے پاس کچھ روپے پیسے ہوں وہ بھی خیرات کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى * وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔

اور کہو جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تھا:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔

اور جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا:

لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ عز وجل بندوں سے انتقام لینا چاہتے ہیں تو بچے کثرت سے مرتے ہیں اور عورتیں بانجھ ہوجاتی ہیں۔

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے کتب حکمت میں یہ بات پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں اللہ ہوں، بادشاہوں کا مالک ہوں، ان کا دل میرے ہاتھ میں ہے۔بس جو شخص میرے اطاعت کرتا ہے میں ان بادشاہوں کا دل اس پر مہربان کردیتا ہوں، اور جو میری نافرمانی کرتا ہے میں انہیں بادشاہوں کو اس پر سزا کے طور پر مسلط کردیتا ہوں۔تم بادشاہوں کو بُرا بھلا کہنے میں مت مشغول ہوا کرو، میری طرف رجوع ہوجاؤ میں ان کو تم پر نرم کردوں گا۔

اور امام احمدؒ نے امام وکیعؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط میں لکھا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نظر انداز کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والا خود بخود اس کی مذمت اور برائی بیان کرنے لگتا ہے۔اور بھی بہت سی احادیث میں گناہ کی مضرتیں اور اس کے نقصانات جو دنیا میں پہنچتے ہیں، مذکور ہیں:

۱۔ ایک اثر معاصی کا یہ ہے کہ آدمی علم سے محروم رہتا ہے؛ کیوں کہ علم ایک باطنی نور

ہے۔اور گناہ سے باطن کا نور بجھ جاتا ہے۔امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو یہ وصیت فرمائی تھی :اِنِّیْ اَرٰی اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَلْقٰی عَلٰی قَلْبِكَ نُوْرًا فَلَا تُطْفِئْهُ بِظُلْمَةِ الْمَعْصِيَةِ۔

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں ایک نور ڈالا ہے،تم اس نور کو گناہ کی تاریکی سے مت بجھا دینا۔

۲۔گناہوں کی وجہ سے رزق کم ہوجاتا ہے۔

امام احمدؒ نے وہبؒ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے میں راضی ہوتا ہوں،اور جب راضی ہوتا ہوں تو برکت کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں،اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی تو غضبناک ہوتا ہوں، لعنت کرتا ہوں،میری لعنت کا اثر سات پُشت تک رہتا ہے۔

۳۔ گناہگار کو اللہ تعالیٰ سے ایک وحشت سی رہتی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ ذرہ بھی ذوق ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے۔ایک شخص نے کسی اللہ والے سے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے) وحشت رہتی ہے،انھوں نے کہا کہ ’’گناہ کرنے سے لوگوں سے وحشت ہونے لگتی ہے، گناہ چھوڑ دو وحشت دور ہوجائے گی‘‘۔

۴۔ گناہوں کی نحوست سے آدمیوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے،خصوصاً نیک لوگوں کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا۔اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے ان سے دوُر اور ان کے برکات سے محروم ہوجاتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے کبھی معصیت سرزد ہوجاتی ہے تو اس کا اثر اپنی بیوی اور جانور کے اخلاق پر پاتا ہوں کہ وہ میری اطاعت میں کمی کرنے لگتے ہیں۔

۵۔ گناہوں سے نہ بچنے کا ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ گار کو اکثر کاموں میں دشواری پیش آتی ہے،جیسے تقویٰ سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں ایسے ہی تقویٰ نہ کرنے سے یعنی گناہ میں ملوث رہنے سے کامیابی کی راہیں بند ہوجاتی ہیں۔

۶۔ قلب میں ایک تاریکی سے معلوم ہوتی ہے،ذرا بھی دل میں غور کیا جاوے تو یہ ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے،اس ظلمت کی وجہ سے ایک حیرت اور الجھن پیدا ہوتی ہے اس سے بدعت وضلالت وجہالت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوجاتا ہے۔اور اس ظلمت کا اثر قلب سے آنکھ میں آتا ہے اور پھر چہرہ پر ہر شخص کو یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے۔فاسق کیسا ہی حسین وجمیل ہو مگر اس کے چہرہ پر ایک بے رونقی کی کیفیت ضرور ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نیکی کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور،رونق میں وسعت،بدن میں قوت،لوگوں کے قلوب میں محبت پیدا ہوتی ہے۔اور بدی کرنے سے چہرہ پر بے رونقی،قبر اور قلب میں ظلمت،بدن میں سستی،رزق میں تنگی اور لوگوں کے دلوں میں بغض ہوتا ہے۔

۷۔ معصیت یعنی گناہ سے دل اور جسم میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔دل کی کمزوری تو ظاہر ہے کہ امورِ خیر یعنی نیک کاموں کی ہمت گھٹتے گھٹتے بالکل ہی نابود ہوجاتی ہے۔رہ گئی بدن کی کمزوری تو بدن بھی قلب کے تابع ہے؛جب یہ کمزور ہے تو وہ بھی ضعیف ہوگا۔

دیکھو! فارس اور روم کے کفار کیسے قوی الجثہ اور ڈیل ڈول والے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقابلے میں نہ ٹھہر سکے۔

۸۔ گناہ کرنے کی وجہ سے آدمی طاعت یعنی نیک کاموں سے محروم ہوجاتا ہے۔آج ایک طاعت گئی،کل دوسری چھوٹ گئی،پرسوں تیسری رہ گئی،یوں ہی سلسلہ وار تمام نیک

کام گناہوں کی بدولت ہاتھ سے نکلتے چلے جاتے ہیں، جیسے کسی نے ایک لقمہ لذیذ ایسا کھایا جس سے ایسا مرض پیدا ہوگیا کہ ہزاروں لذیذ کھانوں سے محروم کر دیا۔

۹۔ معصیت سے عمر گھٹتی ہے اور عمر کی برکت ٹلتی ہے۔ کیوں کہ نیکی سے عمر بڑھ جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے، تو فجور اور گناہ سے گھٹنا اسی سے سمجھ لیجئے۔ یہ شبہ نہایت ضعیف ہے کہ عمر تو مقدر ہے وہ کیسے گھٹ بڑھ سکتی ہے، کیوں کہ عمر کی کیا تخصیص یہ سب چیزیں مقدر ہی ہیں، امیری وغریبی صحت ومرض سب میں یہی شبہہ ہوسکتا ہوسکتا ہے۔ مگر پھر بھی ان امور کو اسباب کے ساتھ مربوط کر کے یعنی جوڑ کر تدبیر کا استعمال کیا جاتا ہے، یہی حال عمر کا سمجھ لینا چاہئے۔

۱۰۔ گناہ کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب ہوجاتا ہے اور دوسرا تیسرے کا۔ اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے، اسی طرح شدہ شدہ معاصی کی کثرت ہوجاتی ہے یہاں تک کہ گناہ کرنے والا گناہوں میں گھر جاتا ہے۔ پھر ان گناہ کے کاموں کی ایسی عادت ہوجاتی ہے کہ ان کا چھوڑنا دشوار ہوجاتا ہے۔ گناہوں کو ایسی ضرورت سے کرتا ہے کہ نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ پھر اس کمبخت میں لطف ولذت بھی نہیں رہتی۔

۱۱۔ گناہ کرنے سے توبہ کا ارادہ کمزور ہوجاتا ہے۔ یہاں تک کہ توبہ کی توفیق بالکل ختم ہوجاتی ہے۔ اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔

۱۲۔ چندروز میں اس معصیت کی برائی دل سے نکل جاتی ہے۔ اس کو برا نہیں سمجھتا۔ نہ اس بات کی پرواہوتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا؛ بل کہ خود فخر کے ساتھ اپنے گناہ کے کاموں کا ذکر کرتا ہے۔ ایسا شخص معافی سے دوٗر رہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد

فرمایا حضور ﷺ نے كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ وَإِنَّ مِنَ الْإِجْهَارِ أَنْ يَّسْتُرَ اللّٰهُ عَلَى الْعَبْدِ ثُمَّ يُصْبِحُ يُفْضِحُ نَفْسَهٗ وَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ الخ

خلاصہ مطلب کا یہ ہے کہ سب کے لیے معافی کی امید ہے مگر جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کھلم کھلا ہی گناہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاری فرمائی تھی مگر صبح کو خود اپنے کو فضیحت کرنا شروع کیا کہ میاں ہم نے تو فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا، خود اپنی پردہ دری کی۔ حالاں کہ خدا تعالیٰ نے چھپالیا تھا۔ کبھی گناہ کی برائی کم ہوتے ہوتے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسی واسطے ایک بزرگ کا قول ہے کہ تم گناہوں سے ڈرتے ہو؟.... اور مجھے کفر کا خوف ہے۔

۱۳۔ ہر معصیت اللہ کے دشمنوں میں سے کسی کی میراث ہے، تو گویا گناہ کرنے والا ان ملعونوں کا وارث بنتا ہے، مثلاً بدفعلی قوم لوط علیہ السلام کی میراث ہے، کم ناپنا تولنا قوم شعیب علیہ السلام کی میراث ہے، غلو وفساد فرعون اور اس کی قوم کی میراث ہے، تکبر وتجبر قوم ہود علیہ السلام کی میراث ہے۔ تو یہ عاصی (گناہگار) اُن لوگوں کی ہیئت بنائے ہوئے ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

یعنی جو شخص کسی قوم کی وضع بنائے وہ انھیں میں شمار ہے۔

۱۴۔ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص بے قدر اور خوار ہوجاتا ہے۔ اور جب خالق کے نزدیک ذلیل خوار ہوگیا تو مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ۔ یعنی

اگرچہ لوگ بخوف اس کے ظلم وشرارت کے اس کی تعظیم کرتے ہیں مگر کسی کے دل میں اس کی عظمت نہیں ہوتی۔

۱۵۔ گناہ کی نحوست جیسے اس شخص کو پہنچتی ہے اسی طرح کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے۔اور سب اسپر لعنت کرتے ہیں۔گناہ کی سزا تو الگ ہوگی۔یہ لعنت اس پر طرہ ہے۔مجاہدؒ فرماتے ہیں یہاں نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جب کہ قحط ہوتا ہے اور بارش رک جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہ کی نحوست ہے۔

۱۶۔ گناہ کرنے سے عقل میں فتور وفساد آجاتا ہے۔کیوں کہ عقل ایک نورانی چیز ہے کدورتِ معصیت سے اس میں کمی آجاتی ہے،بل کہ خود گناہ کرنا دلیل کم عقلی کی ہے اگر اس شخص کی عقل ٹھکانے ہوتی تو ایسی حالت میں کہیں گناہ ہوسکتا ہے کہ یہ شخص خدا کی قدرت میں ہے۔ان کے ملک میں رہتا اور وہ دیکھ بھی رہے ہیں ان کے فرشتے گواہ بھی بن رہے ہیں قرآن مجید منع کررہا ہے،ایمان منع کررہا ہے،موت منع کررہی ہے،دوزخ منع کررہی ہے،گناہ کرنے سے اس قدر سرور ولذت نصیب نہ ہوگا جس قدر دنیا وآخرت کے منافع اس سے فوت ہوگئے،بھلا کوئی سلیم عقل والا ان باتوں کے ہوتے ہوئے گناہ کرسکتا ہے!

۱۷۔ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی لعنت میں داخل ہوجاتا ہے،کیوں کہ آپ نے بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں ان پر تو بدرجہ اولیٰ استحقاقِ لعنت ہے۔مثلاً:

لعنت فرمائی ہے آپ ﷺ نے اس عورت پر جو گودے اور گدوائے،اور جو غیر کے بال اپنے بالوں میں ملا کر دراز کرے،اور جو دوسرے سے یہ کام لے (اور

لعنت فرمائی ہے آپ ﷺ نے سود لینے والے پر اور دینے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہ پر (اور

لعنت فرمائی ہے آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ ہو،یعنی جب نکاح میں اس کو شرط ٹھہرایا جائے،(اور

لعنت فرمائی ہے چور پر (اور

لعنت فرمائی ہے شراب پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے پر اور بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور اس کے دام کھانے والے پر اور جو اس کو لاد کر لائے اور جس کے لیے لاد کر لائی جائے (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو اپنے باپ کو برا کہے،(اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو جان دار چیز کو نشانہ بنائے،(اور

لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع بنائیں،(اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے،(اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر دین میں کوئی نئی بات نکالے،یا ایسے شخص کو پناہ دے،(اور

لعنت فرمائی ہے تصویر بنانے والے پر اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو قومِ لوط کا سا عمل کرے،(اور

لعنت فرمائی ہے اس پر جو جانور سے صحبت کرے (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی جانور کے چہرے پر داغ لگائے،(اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اسکے ساتھ فریب کرے (اور

لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاویں، اور ان لوگوں پر جو وہاں پر سجدہ کریں، یا چراغ رکھیں (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی عورت کو اس کے خاوند سے یا غلام کو اس کے آقا سے بہکا کر بھڑکا وے (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی عورت کے پیچھے مقام میں صحبت کرے، اور ارشاد فرمایا کہ جو خاوند اپنی بیوی سے خفا ہو کر رات کو الگ رہے صبح تک فرشتے اس بیوی پر لعنت کرتے ہیں۔ (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے نسب ملائے، اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے (دھاردار چیز جیسے چاقو وغیرہ) سے اشارہ کرے، اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں، (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہے، (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو زمین میں فساد مچادے، اور قطع رحمی کرے اور اللہ تعالیٰ کو یا رسول ﷺ کو ایذا دے۔ (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو احکام خداوندی کو چھپاوے، (اور

لعنت فرمائی ہے ان لوگوں پر جو (نیک) پارسا بیویوں کو جن کو ان قصوں کی یعنی بدکاری کی خبر تک نہیں اور ایمان دار ہیں؛ زنا کی تہمت لگاوے، (اور

لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کافروں کو مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھیک

بتاوے، اور رسول ﷺ نے

لعنت فرمائی ہے ہے اس شخص پر جو رشوت دے اور جو لے اور جو درمیان میں پڑے، اور بہت افعال پر لعنت وارد ہوئی ہے، اگر گناہ میں اور کوئی ضرر نہ ہوتا تو کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی لعنت کا مورد ہو گیا، یعنی اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر لعنت ہو گئی۔ نعوذ باللہ۔

۱۸۔ گناہ کرنے سے فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۔ (سورۃ الغافر ۷)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے اور جو عرش کے گرد و پیش ہیں، وہ تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے مغفرت مانگتے ہیں کہ اے اللہ آپ کی رحمت اور علم بہت وسیع ہے ایسے لوگوں کو بخش دیجئے جو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور آپ کی راہ کی پیروی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو عذابِ جہنم سے بچا لیجئے۔

دیکھئے اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ فرشتے ان مومنوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں، تو جس نے وہ راہ ہی چھوڑ دی تو اس دولت کا کہاں مستحق رہا!

۱۹۔ گناہ کرنے سے طرح طرح کی خرابیاں زمین میں پیدا ہوتی ہیں۔ پانی، ہوا، غلہ، پھل ناقص ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ (الروم)
یعنی ظاہر ہوگیا بگاڑ جنگل اور بستی میں ان اعمال کی وجہ سے، جن لوگوں کے ہاتھ کر رہے ہیں۔

اور امام احمدؒ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا ہے کہ میں نے بنی امیہ کے کسی خزانہ میں گیہوں کا دانہ کھجور کی گٹھلی کے برابر دیکھا، ایک تھیلی میں تھا، اور اس پر یہ لکھا تھا، کہ یہ زمانہ عدل میں پیدا ہوتا تھا، اور بعض صحرائی لوگوں کا بیان ہے کہ پہلے زمانے کے پھل اِس وقت کے پھلوں سے بڑے ہوتے تھے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آوے گا؛ چوں کہ اس وقت طاعت کی کثرت ہوگی، اور زمین گناہوں سے پاک ہوجاوے گی، پھر اس کی برکتیں عود کر آویں گی، یہاں تک کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ایک انار بڑی جماعت کو کافی ہوگا۔ اور وہ اس کے سایہ میں بیٹھ سکیں گے، انگور کا خوشہ اتنا بڑا ہوگا کہ ایک اونٹ پر بار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ روز روز کی بے برکتی ہماری گناہوں کا ثمرہ ہے۔

۲۰۔ گناہ کرنے سے غیرت جاتی رہتی ہے اور جب شرم نہیں رہتی تو یہ شخص جو چاہے کر گزرے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

۲۱۔ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جاتی ہے، بھلا اس کے دل میں خداوندی عظمت ہوتی تو مخالفت پر قدرت ہوسکتی؟

جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں رہتی تو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی عزت نہیں رہتی۔ پھر یہ شخص اور لوگوں کی نظروں میں خوار ہوجاتا ہے۔

۲۲۔ گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہوجاتی ہیں یعنی چھین لی جاتی ہیں، اور بلاؤں مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نہیں نازل ہوئی کوئی بلا مگر بسبب گناہ کے، اور نہیں دور ہوئی کوئی بلا مگر بسبب توبہ کے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ۔ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور ارشاد ہے:

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّراً نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس نعمت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ اپنی ذاتی حالات کو بدل ڈالیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ زوالِ نعمت گناہ سے ہی ہوتا ہے۔

۲۳۔ گناہ کرنے سے مدح وشرف کے القاب سلب ہو کر مذمت اور ذلت کے خطاب ملتے ہیں۔ یعنی گناہ گار کو لوگ برے ناموں سے پکارنے لگتے ہیں۔ مثلاً نیک کام کرنے سے یہ القاب عطا ہوئے تھے۔

مومن، مطیع، منیب، ولی، ورع، مصلح، عابد، خائف، اوّاب، طیب، رضی، تائب، حامد، راکع، ساجد، مسلم، قانت، صادق، صابر، خاشع، متصدق، صائم، عفیف، ذاکر وغیرہ

اور جب برا کام کیا گیا تو یہ خطابات ملے:

فاجر، فاسق، عاصی، مخالف، مسی، خبیث، مسخوط، زانی، سارق، قاتل، کاذب، خائن، قاطع رحم، متکبر، ظالم، ملعون، جاہل وغیرہ

۲۴۔ گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلط ہوجاتے ہیں، کیوں کہ اطاعت ایک خداوندی

قلعہ ہے جس کے سبب اعداء (دشمنوں) کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے، جب قلعہ سے باہر نکلا، دشمنوں نے گھیر لیا۔ پھر وہ شیاطین جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں۔ اور اس کے قلب وزبان، دست وپا، (ہاتھ پیر) چشم وگوش (آنکھ کان) سب اعضا کو معاصی میں غرق کر دیتے ہیں۔

۲۵۔ گناہ کرنے سے قلب کا اطمینان جاتا رہتا ہے، کچھ پریشان سا ہو جاتا ہے، ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کسی کو خبر نہ ہو جائے، کہیں عزت میں فرق نہ آ جاوے، کوئی بدلہ نہ لینے لگے۔ میرے نزدیک معیشت ضنک بمعنیٰ تنگ کے یہی معنی ہیں۔

۲۶۔ گناہ کرتے کرتے وہی دل میں بس جاتا ہے یہاں تک مرتے وقت کلمہ تک منہ سے نہیں نکلتا؛ بلکہ جو افعال حالتِ حیات میں غالب تھے وہی اس وقت بھی سرزد ہوتے ہیں۔ ایک تاجر اپنے عزیز کی حکایت بیان کرتا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ یہ بک رہا تھا کہ یہ کپڑا نفیس ہے یہ خریدار بہت خوش معاملہ ہے۔ آخر اسی حالت میں مر گیا۔ کسی سائل کی حکایت ہے کہ مرتے وقت کہتا تھا کہ اللہ کے واسطے ایک پیسہ اللہ کے واسطے ایک پیسہ، اسی میں تمام ہو گیا۔

اسی طرح ایک شخص کو نزع کی حالت میں کلمہ پڑھانے لگے، کہنے لگا آہ... آہ میرے منہ سے نہیں نکلتا، اور بہت سے حالات اس وقت کے ہم کو معلوم بھی نہیں ہوتے، خدا جانے اور کیا گزرتی ہوگی، خدا کی پناہ۔

۲۷۔ گناہ کرنے سے خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا اور بے توبہ مرتا ہے، کسی شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ تو اس نے گانا شروع کیا۔ تاتا... تن... تنا اور کہنے لگا کہ جو کلمہ مجھ سے پڑھواتے ہو اس

سے مجھ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کوئی گناہ تو میں نے چھوڑا نہیں۔

گناہ کی مضرتیں اس کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس مقام پر اولاً کچھ کا تذکرہ کر دیا گیا۔

(اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ظاہر وباطن کے تمام گناہوں سے بچائے اور ہم سب سے ہمیشہ کے لیے راضی اور خوش ہو جائے۔ آمین)

کسی بزرگ نے بہت پیاری بات کہی ہے

مشقت کے خوف سے عبادت نہ چھوڑ؛
مشقت جاتی رہے گی اور نیکیاں باقی رہیں گی۔
لذت کے شوق میں گناہ نہ کر؛
لذت جاتی رہے گی، گناہ باقی رہے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گناہ چھوڑنے کے فائدے

اور اس کا آسان طریقہ

افادات

حضرت حاجی شکیل احمد صاحب دامت برکاتہم

مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت مفتی محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی بات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۔ اَمَّا بَعۡدُ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ ۔

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

اللہ پاک کا محبوب اور ولی بننے کے لیے تقویٰ حاصل کرنا بنیادی شرائط میں سے ہے، بغیر تقویٰ کے آج تک نہ کوئی اللہ کا محبوب بنا اور نہ کبھی بن سکتا ہے۔ اللہ پاک کا حکم ہے:

اِنۡ اَوۡلِیَآءُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ ۔

اللہ تعالیٰ صرف متقیوں کو ہی اپنا دوست بناتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ایک جگہ جنت کا تذکرہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے: اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ کہ یہ جنت متقیوں کے لیے بنائی گئی ہے۔

بندہ کسی بھی نیک عمل سے اتنی جلدی اللہ کا قُرب حاصل نہیں کرسکتا، جتنا تقویٰ کی بدولت حاصل کرسکتا ہے۔

کتاب وسنت سے یہ بات ثابت ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے میں ہی مومن کی خیر اور بھلائی ہے... تقویٰ ہی عبادات کی قبولیت کا ضامن ہے... تقویٰ دین ودنیا کی تمام کامیابیوں اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے... تقویٰ سے اللہ کی معیت... رزق کی فراوانی... ہر کام میں آسانی... مصائب سے نجات... دھوکے سے حفاظت... پرلطف زندگی... عزت واکرام... اللہ کی ولایت

کا تاج... گناہوں کا مٹادیا جانا... دوزخ سے نجات... اللہ کی مدد ونصرت... مخلوق پر بالادستی اور غلبہ... نیز دین ودنیا کے بے شمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایمانی صفات اور دوسری عبادات میں کمال پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی مخصوص مہینہ یا سیزن نہیں بنایا، جبکہ تقویٰ حاصل کرنے کے لیے رمضان المبارک کا مخصوص مہینہ عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تقویٰ کے میدان میں ایمان والے ایک دوسرے سے آگے بڑھیں، چناں چہ قرآنِ کریم میں تقویٰ میں خوب آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا اور دعا سکھائی گئی:

''کہ اے اللہ! ہمیں متقیوں کا امام بنادیجئے!

تقویٰ کیا ہے؟

(۱) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کرنا اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سے رک جانے کا نام تقویٰ ہے، تاکہ انسان اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے بچتا رہے۔

(۲) حضرت امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں، اے عزیز! تم کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ تقویٰ ایک نادر خزانہ ہے، اگر تم اس خزانے کو پالینے میں کامیاب ہوگئے تو تمہیں اس میں بیش قیمت موتی اور جواہرات ملیں گے اور روحانی علم ودولت کا بہت بڑا خزانہ ہاتھ لگے گا۔ رزقِ کریم تمہیں میسر آجائے گا اور تم بہت بڑی کامیابی حاصل کرلوگے، بہت بڑی غنیمت پالوگے اور ایک ملکِ عظیم یعنی جنت کے مالک بن جاؤگے۔ یوں سمجھو کہ دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں تقویٰ میں جمع کردی گئی ہیں۔ (احیاء العلوم)

(۳) علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اللہ کے تمام احکامات پر عمل کرنے اور تمام ممنوعات

سے بچتے رہنے کا نام ہے۔ علامہ واقدیؒ نے لکھا ہے کہ تقویٰ کہتے ہیں کہ انسان اپنے باطن کو اپنے خالق کے لیے اس طرح مزین کرلے جیسا کہ وہ اپنے ظاہر کو مخلوق کے لیے آراستہ کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد اول ص ۲۴)

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کی محبت میں اپنے نفس کی خواہشات پر چلنا چھوڑ دے۔ یعنی جن باتوں سے اللہ ناراض ہوتے ہیں، ان باتوں کے تقاضوں کے باوجود ان پر عمل نہ کرکے نفس کو ناراض اور اپنے مولیٰ کو راضی کرلے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے۔

تقویٰ کی حقیقت ایک واقعہ سے سمجھنا آسان ہے۔ روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ تقویٰ کیا ہے؟ انھوں نے اِس بات کو سمجھانے کے لیے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا آپ کبھی خاردار جھاڑیوں والے تنگ راستے سے گذرے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! گذرا ہوں، حضرت اُبی بن کعبؓ نے پوچھا پھر ایسے وقت میں آپ کیا کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ اپنا دامن سمیٹ کر خوب احتیاط سے گذرتا ہوں تاکہ کوئی کانٹا کپڑے یا بدن سے نہ لگ جائے۔ انھوں نے کہا: بس تقویٰ یہی ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر طرف برائیوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے کانٹے لگے ہوئے ہیں، اور ان کے درمیان شریعت کے راستے پر اس طرح چلنا کہ خدا کا کوئی حکم ٹوٹنے نہ پائے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔

علمائے کرام نے کامل تقویٰ بیان کرتے ہوئے، بدن کے ہر عضو کا علاحدہ تقویٰ بیان فرمایا ہے۔ جو مختصراً یہ ہے:

زبان کا تقویٰ: اس سے مراد یہ ہے کہ زبان سے کوئی بول بھی ایسا نہ بولے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔

دل کا تقویٰ: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان دل میں کسی کے لیے حسد نہ رکھے اسی طرح تکبر،

بغض، عناد، کینہ، عجب، انتقام اور دیگر امراضِ قلب سے دل کو پاک رکھے۔

آنکھ کا تقویٰ: یہ ہے کہ ہر طرح کے حرام دیکھنے سے آنکھوں کو محفوظ رکھا جائے۔

پیٹ کا تقویٰ: یہ ہے کہ حرام تو حرام مشتبہ مال کا ایک لقمہ بھی پیٹ میں نہ جانے پائے۔

ہاتھوں کا تقویٰ: یہ ہے کہ ہمارے ہاتھ کسی حرام چیز کی طرف نہ اٹھیں۔

قدموں کا تقویٰ: ہمارے قدم اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کی طرف نہ بڑھیں۔

عبادت کا تقویٰ: عبادت خالص اللہ کے لیے ہو، کوئی دنیوی غرض مطلوب نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ کریم میں قربانی، حج، روزہ بل کہ تمام عبادات کا مقصد تقویٰ ہی قرار دیا ہے۔ قربانی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو نہ جانور کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اس کا خون، بل کہ قربانی کرنے والے کے دل کا تقویٰ اللہ کو پہنچتا ہے۔

اسی طرح حج جیسے عظیم الشان عمل کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ کہ تقویٰ والے ہی شعائر اللہ یعنی احکامِ حج کی تعظیم کرتے ہیں، اسی طرح ہر عبادت کا اصل مقصد تقویٰ قرار دیا ہے۔

تقویٰ قرآنِ کریم کی روشنی میں

قرآن مجید میں ایک جگہ ''لباسِ تقویٰ'' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ یعنی جیسے لباس، سردی اور گرمی سے بچا کر انسان کو زیب و زینت بخشتا ہے، اسی طرح تقویٰ بھی برائیوں سے بچا کر متقی کو وقار اور نکھار عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

''اگر تم تقویٰ اور صبر کرتے رہو گے تو یہ درحقیقت بہت ہی اولوالعزم لوگوں کا کام ہے۔''

(سورہ آل عمران)

اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو دشمنوں کے مکر و فریب اور ان کی تدابیر کوئی نقصان نہ کر سکیں گی۔'' (سورہ آل عمران)

''اللہ تعالیٰ متقی، پرہیزگار اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (سورۃ النحل)

جو شخص اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے سبیل پیدا کر دے گا، (گناہوں سے بچنے کی) اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔''

(سورۃ الطلاق)

''اللہ تعالیٰ تو پرہیزگاروں ہی کے اعمال قبول فرماتے ہیں۔''(سورۃ المائدہ)

''بے شک! اللہ کے نزدیک زیادہ اکرام والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔''

(سورۃ الحجرات)

''جو لوگ ایمان لائے اور وہ اصحاب تقویٰ بھی تھے، ان کے لیے دنیا و آخرت کی زندگی میں خوش خبری اور بشارت ہے۔''(سورۃ یونس)

''پھر ہم اہل تقویٰ کو جہنم سے نجات عطا کریں گے۔'' (سورۃ مریم)

ان کے علاوہ بھی قرآن کریم کی دوسری بہت سی آیتوں سے تقویٰ اور اہلِ تقویٰ کی اہمیت

کا اندازہ ہوتا ہے۔قرآن کریم کی روشنی میں علمائے کرام نے تقویٰ کے بہت سے فوائد شمار کرائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱: اللہ تبارک وتعالیٰ خود متقی شخص کی تعریف فرماتے ہیں۔اللہ پاک کا ارشاد ہے:
"اگر تم تقویٰ اور صبر اختیار کرو گے تو بیشک یہ باہمت کاموں میں سے ہے''۔

۲: متقی شخص دشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔"اگر تم تقویٰ اور صبر اختیار کرو گے تو تمہیں مخالفوں کے مکر وفریب، کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔''

۳:۔ اہل تقویٰ کو تائیدِ خداوندی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:"بیشک اللہ تعالیٰ متقی اور نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہے"۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے"اور اللہ متقیوں کا ولی (حمایتی اور کارساز) ہے"۔

۴:۔ اہل تقویٰ میدان محشر کی ہولناکیوں اور وہاں کی شدتوں سے نجات میں رہیں گے اور دنیا میں انہیں کثیر مقدار میں رزقِ حلال نصیب ہوگا۔اللہ پاک کا ارشاد ہے:"جو شخص تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالے گا اللہ اس کے لیے کشادگی پیدا کردے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔''

۵:۔ تقویٰ کے باعث انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اعزاز واکرام کا مستحق ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں":تم میں سے اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی زیادہ اکرام کا مستحق ہے جو زیادہ متقی ہے"۔

۶:۔اہل تقویٰ کو موت کے وقت ایمان اور آخرت میں نجات کی بشارت دی جاتی ہے۔
"جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ کی زندگی اختیار کی انہیں دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے"۔

تقویٰ حدیث کی روشنی میں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا مجھے کچھ وصیت کیجیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، اس لیے کہ یہ ہر بھلائی کی جڑ ہے۔(مسند احمد)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمھیں اللہ کے تقویٰ کی تلقین کرتا ہوں، اس لیے کہ یہ تمھارے سارے معاملات کو چمک اور روشنی بخشتا ہے۔ (سورۃ المائدہ)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:''میں تمھیں جلوت اور خلوت میں (یعنی مجمع اور تنہائی میں) اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں''(مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے سوال کیا سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرنے والی چیز کیا ہے؟ اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اور حسنِ اخلاق۔ (ترمذی)

ایک صحابی نے سرکار مدینہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمادیجیے۔آپؐ نے فرمایا کہ تقویٰ کو لازم پکڑلو، یہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ''رسول اللہ ﷺ دنیا کی کسی چیز کو تعجب اور پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے مگر متقی اور صاحب ورع کو۔''

ایک موقع پر آپ ﷺ سے کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی آل کون لوگ ہیں؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ''ہر متقی بندۂ مومن میری آل ہے۔''
(غنیۃ الطالبین)

کسی بھی نیک عمل پر آپ ﷺ نے اپنی آل ہونے کی خوش خبری نہیں سنائی۔ یہ سنہرے الفاظ جو نبی اکرم ﷺ نے متقی لوگوں کے لیے اپنی مبارک زبان سے ادا کئے، متقین کے لیے انعام ہیں اور بڑے اکرام واعزاز کا باعث ہیں۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی متعین ہے اور ان کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، جن کے بارے میں ہر آدمی یقین کے ساتھ کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا۔ لہٰذا، جس کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ چیز حرام ہوسکتی ہے، اس سے بچو۔ یہ طریقہ اختیار کرنے والا اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیتا ہے اور شبہات کا ارتکاب کرنے والا ایک لحاظ سے حرام کا مرتکب ہوجاتا ہے، اس لیے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کی چراگاہ کے کنارے کنارے اپنے گلے (بکریوں کا ریوڑ) کو چرانے لگے، تو امکان اس بات کا ہے کہ اس کا گلہ دوسرے کی چراگاہ کی حد میں داخل ہوجائے گا۔ یاد رکھو! ہر بادشاہ کی ایک اپنی چراگاہ ہوتی ہے، یاد رکھو، اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ (مسلم، کتاب المساقاۃ)

چراگاہ کی مثال سے آپ ﷺ نے وہ حد متعین کردی، جو ہمارے دین میں مطلوب ہے اور جسے قرآن مجید نے تقویٰ کے لفظ میں بیان کیا ہے۔ مطلب یہ کہ متقی آدمی صرف حرام کاموں سے ہی نہیں بچتا؛ بل کہ وہ ان چیزوں سے بھی بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے جو اگرچہ شریعت میں صراحت کے ساتھ تو منع نہیں کی گئیں، لیکن اسے ان پر عمل کرنا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔

ایک دفعہ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نیکی اور گناہ کی حقیقت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: اپنے دل سے

پوچھو، اپنے نفس سے سوال کرو اور آپ ﷺ نے یہ بات تین بار دہرائی۔ پھر فرمایا: نیکی وہ ہے جس پر تمھارے دل کو اطمینان اور تمہارے نفس کو سکون حاصل ہو۔ اور گناہ وہ ہے جس پر تمھارے نفس میں خلش اور سینے میں الجھن محسوس ہو، اگرچہ لوگوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہو۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی عبادت اور ذکر الٰہی میں کثرت سے مشغول رہنے کا... اور دوسرے شخص کے حرام سے بچنے اور مشتبہ چیزوں سے دور رہنے کا ذکر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پرہیزگاری سے کسی اور چیز کا مقابلہ نہ کرو''، یعنی پرہیزگاری کا مقام تو بہت بلند ہے۔

(ترمذی، کتاب صفۃ القیامہ)

دنیا وآخرت میں تقویٰ کے فائدے

تقویٰ کا فائدہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔ چند فائدے درج ذیل ہیں:

پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ متقی کے لیے دنیا وآخرت کے تمام مصائب ومشکلات سے نجات کا راستہ نکال دیتے ہیں۔

یعنی متقی کے لیے'' ہر مشکل آسان''

دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کے ایسے دروازے کھول دیتے ہیں جن کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں جاتا۔

یعنی متقی کے لیے روزی کا مسئلہ آسان۔

تیسرا فائدہ: ارشادِ ربانی ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا
مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ متقی کے کاموں میں آسانی اور سہولت پیدا فرما دیتا ہے۔
یعنی متقی کے ''سب کام آسان''۔

چوتھا فائدہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ
یعنی اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
''یعنی متقی کے سارے گناہ معاف''

پانچواں فائدہ: یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال کا اجر بڑھا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے: وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا یعنی ''کریں گے کم ملے گا زیادہ''

چھٹا فائدہ: اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا
اللہ تعالیٰ حق و باطل کی سمجھ اور صحیح و غلط کی پہچان عطا فرما دیتے ہیں۔
''یعنی دھوکے سے حفاظت۔''

اور بالآخر اسی تقویٰ کی برکت سے انسان جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کا اعلان ہے اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔
''یعنی متقی کے لیے ہمیشہ کا عیش''

مذکورہ بالا تمام فائدے اور منافع اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں متقیوں کے لیے بیان فرمائے ہیں۔ الغرض متقی کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بے شمار اعزاز واکرام سے نوازا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے لیے مدد

ونصرت، تعظیم وتکریم، علم وحکمت، گناہوں کی معافی، نیک کاموں کے اجر میں اضافہ، کاموں میں سہولت وآسانی، غم اور پریشانیوں سے نجات، رزق میں وسعت، ارادوں میں کامیابی، اللہ کی محبت، کمالِ عبدیت، اور جنت میں قربِ خداوندی کا وعدہ فرمایا ہے۔
(نضرۃ النعیم جلد ۴ ص ۱۰۸۲)

تقویٰ کیسے حاصل کریں

تقویٰ اختیار کرنے اور متقی بننے کے لیے نہ کسی مخصوص وظیفہ کی حاجت ہے اور نہ کسی خاص عمل کی ضرورت۔ کچھ بھی کرنا نہیں،
ہاں کچھ بھی نہیں کرنا ہے!
یقین جانیے کچھ بھی نہیں کرنا ہے!
صرف چھوڑ دینا ہے۔
ہاں! صرف چھوڑ دینا ہے۔
یقین جانئے، صرف چھوڑ دینا ہے!
اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ کسی کام کا کرنا مشکل ہے یا چھوڑ دینا؟
یقیناً، آپ کا جواب یہی ہوگا کہ کسی کام کا چھوڑ دینا تو بہت آسان ہے۔
بس تقویٰ حاصل کرنے کے لیے صرف ایک کام، جو کرنا نہیں ہے، یعنی گناہ چھوڑ دینا ہے۔
گناہوں کے چھوڑنے کا پکا ارادہ کر کے نفسانی خواہشات کو دباتے رہنا ہی حصولِ تقویٰ کا سبب اور متقی بننے کا ذریعہ ہے۔
مثال کے طور پر حج، ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حج کا

حکم دیا تو یہ تو ہدایت فرمائی کہ جب حج کا ارادہ کرلو تو شہوت کی باتوں سے بچو، فسق و فجور اور لڑائی جھگڑوں سے دور رہو، نیکی کے کام کرو، اسی کو زادِ راہ بناؤ، اس لیے کہ بہترین زادِ راہ، تقویٰ ہے۔ گویا، حج ادا کرتے ہوئے اپنے نفس کو شہوات سے، زبان کو گالی اور بدگوئی سے، ہاتھ پاؤں کو جنگ وجدال سے بچانا اور بھلائی کے کاموں میں لگے رہنا ہی وہ طرزِ عمل ہے، جسے قرآن مجید نے یہاں تقویٰ کہا ہے، اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی ہے کہ اگر کوئی حاجی سفر میں اور حج کے دوران، اپنے ساتھ یہ سامانِ سفر نہیں رکھتا تو بہت ممکن ہے کہ وہ کسی موقع پر اپنے سارے عمل ہی کو ضائع کردے۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں تقویٰ کا حکم فرمانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کرو۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ایک دفعہ علماء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میری پوری زندگی کا نچوڑ یہ ہے کہ پانچ کام کرلو متقی بن جاؤ گے۔

۱۔ اہل اللہ کی مصاحبت: یعنی اللہ والوں کی صحبت میں رہنا

۲۔ ذکر اللہ پر مداومت: یعنی پابندی کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا

۳۔ گناہوں سے محافظت: یعنی برائیوں سے بچنا

۴۔ اسبابِ گناہ سے مباعدت: یعنی گناہ کے ذرائع اور مواقع سے دور رہنا

۵۔ سنتوں پر مواظبت: یعنی سنتوں کا مکمل اہتمام کرنا

تقویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ متقیوں کو دنیا میں بے تاج بادشاہت اور جنت میں حقیقی بادشاہت عطا فرمائیں گے۔ ایسی بادشاہت کہ ہر دل کی ہر خواہش صرف ارادے پر پوری ہوجائے گی۔ ہر نعمت حاصل ہوگی۔ اور وہ بھی کتنے دنوں کے لیے؟....... کتنے

سال کے لیے؟

سوچا نہیں جاسکتا...... سمجھا نہیں جاسکتا

اور جو چیز سوچ سمجھ سے باہر ہو، اُسے مانگا کیسے جاسکتا ہے؟

پھر ایسی ایسی عطائیں...... کیا کرکے ملیں گی؟

کتنے حج کرکے؟..... کتنے عمرے کرکے؟

کتنی نمازیں پڑھ کر؟....... کتنی تلاوت کرکے؟

کتنا ذکر کرکے؟

کتنے صدقے اور خیرات کرکے؟

یہ ساری عبادتیں اور بھلے کام تو آپ کرتے ہی ہیں، کرتے رہیے، ہم آپ سے کرنے کو کچھ نہیں کہتے۔

متقی بننے کے لیے کرنا نہیں....... چھوڑنا پڑتا ہے۔

کیا چھوڑنا پڑے گا........؟

غلط کام.... بری عادتیں۔

اچھا آپ بتائیے!

کیا یہ گندے گندے کام (گناہ) آپ کو اچھے لگتے ہیں؟

ہرگز نہیں، اس لیے کہ آپ مومن ہیں؟

سچ بتائیے!

کیا گناہ کے بعد آپ پچھتاتے نہیں!

آپ دل ہی دل میں کتنے بے چین ہوتے ہیں! اور آئندہ کے لیے طے کرتے ہیں کہ

اب نہیں کریں گے۔

بس اسی ''نہ کرنے والے ارادہ کو'' پکّا کر لیجیے!

اس پر جمے رہیے!

جمے رہنے کی توفیق اللہ سے مانگئے!

بس متقی بن جائیں گے۔

اور اگر پھر کبھی، نفس وشیطان دھوکہ دیدیں تو فوراً توبہ کیجیے!

اللہ پاک سے گڑگڑا کر معافی مانگ لیجئے!

اللہ پاک اپنے ہیں، بہت مہربان ہیں، معافی کا دروازہ بند نہیں کرتے، وہ تو آواز لگاتے ہیں، او... دن کے گنہ گارو! رات ہوگئی... توبہ کرلو... میں معاف کردوں گا۔ صبح میں آواز لگواتے ہیں، او... رات کے گنہ گارو! مجھ سے معافی مانگ لو... میں بڑا معاف کرنے والا ہوں۔

کبھی تو فرماتے ہیں کہ میں تمہیں سزا دے کر کیا کروں گا؟ میں تمہارا، مہربان رب، تمہارے بہت سے گناہ تو یونہی معاف کردیتا ہوں۔

اس لیے کبھی بشری کمزوری اور نفس وشیطان کے دھوکے میں آکر گناہ کر بیٹھیں تو توبہ میں دیر نہ کریں، فوراً توبہ کریں۔

توبہ کے بعد آپ پھر متقی ہوگئے۔

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا باوضو رہنا۔ جب وضو ٹوٹ جائے تو نیا وضو بنالیں، اسی طرح جب گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ کرلیں۔ پھر متقی ہوجائیں گے۔

اس لیے عرض کررہا تھا کہ متقی بننے کے لیے کچھ کرنا نہیں ہے... صرف گناہ چھوڑ

دینا ہے۔ ہم سے چھوڑنے کا کام بھی نہ ہوا، تو کرنے کے کیا کریں گے۔ اور کریں گے بھی تو ویسا ہی کریں گے جیسا کررہے ہیں۔ جس پر اللہ کی طرف سے کوئی وعدہ نہیں۔ ہمارے کرنے پر اللہ تعالیٰ پکڑ نہ فرمائیں، تو ان کی مہربانی۔

اس لیے دوستو! پکا ارادہ کریں کہ ہم گناہ کے کام نہیں کریں گے۔

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ گناہ سے روزہ پھٹ جاتا ہے۔ اور پھٹی ہوئی چیز کوئی قبول نہیں کرتا۔

ایک دفعہ میں نے کالینہ سے سانتا کروُز جاتے ہوئے، بس کنڈکٹر کو پانچ روپئے کا نوٹ دیا، ساڑھے چار روپئے کا ٹکٹ لینا تھا، نوٹ تھوڑا سا پھٹا ہوا تھا۔

اس نے کہا مولانا، دوسرا نوٹ دیجیے۔

میں نے پوچھا، کیا نوٹ نقلی ہے؟

اس نے کہا نقلی نہیں ہے، پھٹا ہوا ہے۔

میں نے اس سے کہا کہ اِن نوٹوں کو آپ اپنے گھر تو لے جائیں گے نہیں، لے جاکر بینک میں جمع کردیں گے۔

اس نے کہا: مولانا! اس نوٹ پر ہم ٹکٹ نہیں دے سکتے۔

میں نے اس سے کہا! ٹکٹ ساڑھے چار روپئے کا ہے، تم پانچ روپیہ رکھ لو، اور ٹکٹ دے دو۔

اس نے کہا: مولانا! حجت مت کرو اگر دوسرا اچھا نوٹ دینا ہے تو دو، ورنہ یہیں اتر جاؤ۔

دوستو! کیا یہ سوچنے کی بات نہیں، کہ ساڑھے چار روپیے کا ٹکٹ، پانچ کے پھٹے نوٹ میں نہیں ملتا ہے تو کیا ہمیشہ ہمیش کی جنت ہمارے پھٹے روزے کے بدلے مل جائے گی؟ جس نوٹ پر ریزروبینک (Reserve Bank) کی مہر لگی ہوئی ہوتی ہے، گورنر کی سائن اس پر موجود

ہوتی ہے، جسے کوئی نقلی نہیں کہہ سکتا، وہ نوٹ اگر ذرا سا پھٹ جائے تو اس سے بس کا ٹکٹ نہ ملے، اور پھٹے روزے پر جنت مل جائے! یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

تقویٰ کے حصول کی مشق اس طرح کریں

جس طرح دنیا کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے ہم اسباب اختیار کرتے ہیں، ان کے لیے طرح طرح کے جتن کرتے ہیں، تجربہ کاروں سے مشورہ کرتے ہیں؛ اسی طرح تقویٰ حاصل کرنے کے لیے بھی، ہمیں اسباب اختیار کرنا پڑے گا، جاننے والوں سے معلوم کرنا پڑے گا اور اس کے مطابق عمل کے لیے خود کو آمادہ کرنا پڑے گا۔

مثال کے طور پر اگر آپ کو ایک مکان خریدنا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں، اور جاننے والوں سے مشورہ کرتے ہیں، اور صرف دعا اور مشورہ پر ہی اکتفا نہیں کرتے، بل کہ جہاں مکان لینا ہوتا ہے وہاں جاتے ہیں، ایجنٹ سے یا مکان والے سے بات کرتے ہیں، اس کے کاغذات (Documents) وغیرہ دیکھتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ پھر جا کر مکان کی خریداری پوری ہوتی ہے۔ اسی طرح تقویٰ کے حصول کے لیے بھی ہمیں چند کام کرنے ہوں گے۔ صرف متقی بننے کا ارادہ کر لینا ہی کافی نہیں۔

جذبات پہ ہی اپنے نہ مجذوب شاد رہ
جذبات ہیچ ہیں، جو مرتب عمل نہ ہو

پہلا کام

پہلا کام یہ کریں کہ صلاۃ التوبہ پڑھ کر پچھلے تمام گناہوں سے سچی پکی توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ اے اللہ ! ہماری زندگی نافرمانیوں میں گذر گئی، آج ہم سچے دل سے توبہ کرتے ہیں آپ ہمیں معاف فرما دیجیے۔ دل لگا کر عاجزی کے ساتھ توبہ واستغفار

کریں پھر صلاۃ الحاجۃ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ اے اللہ پاک آپ ہمیں تقویٰ دے دیجیے۔ اپنی کامل محبت دیجیے، کامل نور دیجیے، ایسا نور دیجیے جو محسوس ہو سکے۔

دوستو! اللہ کے سامنے رو رو کر ایسے مانگیں جس طرح بچہ لپٹ لپٹ کر مانگتا ہے، کیسا مچلتا ہے، پیر پکڑ کر لپٹ جاتا ہے، ضد کرتا ہے کہ نہیں نہیں.... ہم کو دیجیے... ہم کو دیجیے.... دیجئے نا، ہم کو دے ہی دیجیے

کوئی بچہ جب ہم سے اس طرح مانگتا ہے تو اس پر ہم کو پیار آجاتا ہے اور بچے کو دے دیتے ہیں، تو ہم بھی اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی مانگیں۔ اپنی دعاؤں میں یہ دعا مانگنے کا بھی اہتمام کریں کہ اے اللہ ہمیں آپ اپنی پسند کا روزہ رکھنے کی توفیق دیجیے، اس مبارک ماہ کی برکت سے ہمیں متقیوں کا امام بنا کر اولیائے کاملین کی منتہا تک پہنچا دیجیے۔

دوسرا کام

دوسرا کام یہ کریں کہ گناہوں کہ مواقع سے اپنے آپ کو بہت بچائیں، اس لیے کہ گناہوں سے دل کی روحانیت لٹ جاتی ہے۔ کسی انسان کو جب کسی جگہ لُوٹ لیے جانے کا اندیشہ ہو، اس کے باوجود بھی وہ اپنی حفاظت نہ کرے، تو ظاہر ہے کہ لُٹ جائے گا۔ اگر آپ کو معلوم ہو کہ بس اسٹاپ پر تین جیب کترے کھڑے ہیں اور آپ کی جیب میں پیسہ ہو تو آپ جیب کو ایسے ہی چھوڑ کر چڑھیں گے یا پوری طرح اس کا دھیان رکھیں گے؟ ظاہر ہے کہ پوری طرح دھیان رکھیں گے؛ بل کہ کئی کئی بسیں بھی چھوڑ دیں گے کہ اس میں بھیڑ بہت ہے۔ اگر کوئی اور ساتھ ہوگا تو اس سے کہیں گے کہ تم پیچھے رہنا میں آگے چڑھتا ہوں، کیوں کہ پتہ ہے کہ اگر یہاں پر غفلت کی تو اپنا مال کھو دیں گے۔ بالکل اسی طرح اگر ہم نے اپنی نیکیوں کی حفاظت نہیں کی اور گناہوں کے مواقع سے خود کو نہیں بچایا

توکمائی ہوئی ساری نیکیاں برباد ہوجائیں گی۔

تیسرا کام

تیسرا کام جو بہت اہم ہے اور جس کے بغیر تقویٰ کا حصول ناممکن ہے وہ یہ کہ دین کے ہر شعبے میں اپنا محاسبہ کریں، علما سے معلوم کر کے دین کے ہر شعبہ کی اپنی بے دینی سے توبہ کریں اور اپنی پوری زندگی سنت وشریعت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

دین کے ہر شعبے میں محاسبہ ضروری

کامل متقی بننے کے لیے ضروری ہے کہ دین کے ہر شعبے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکموں کی کامل تابعداری کی جائے۔ اور کامل تابعداری کے لیے ضروری ہے کہ ہم دین کے پانچوں شعبے، ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات میں اپنی زندگی کا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ دین کے کس شعبے میں، ہمارے اندر کہاں کہاں کمزوری ہے۔ جہاں اپنی کوتاہیاں نظر آئیں ان سے توبہ کریں اور آیندہ ان سے بچنے کے پوری کوشش کریں۔

عبادات

مثلاً اپنی عبادات میں غور کریں کہ ہماری نماز کیسی ہے؟
قرآن کی تلاوت کس طرح کرتے ہیں؟
ذکر کرتے ہوئے اللہ کا دھیان رہتا ہے یا نہیں؟

اگر اب تک یہ ساری عبادتیں، خلافِ سنت اور دل لگائے بغیر کرتے رہے ہوں، تو اب طے کرلیں کہ غفلت کی عبادت سے توبہ کر کے، سنت کے مطابق دھیان والی عبادت کریں گے۔ اور اس سلسلے میں اللہ والوں سے رابطہ کریں گے۔

نماز کے بارے میں بہت سارے بیانات، ہماری ویب سائٹ پر سن سکتے ہیں۔ اڈریس یہ ہے: www.shariat.info

یاد رکھیں! جس کی نماز اچھی ہوتی ہے اس کا سب کچھ اچھا ہوجاتا ہے۔
اس کی زندگی اچھی
اس کی موت اچھی
اس کی قبر اچھی
اس کا حشر اچھا
اس کا انجام اچھا
اس کا ہر کام اچھا
سنتیں آتی چلی جاتی ہیں
رسمیں چھوٹتی چلی جاتی ہیں
اللہ سے محبت بڑھ جاتی ہے
رسول ﷺ سے محبت بڑھتی جاتی ہے

اور یہ محبت جب کمال کو پہنچتی ہے تو ایمان والے کو کمال تک پہنچادیتی ہے اور پھر کرنے والے کام کا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔
اور چھوڑنے والے کام کا چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے
اور آگے جن شعبوں کا بیان آنے والا ہے ان شعبوں کے بنانے میں بھی یہ 'بنی نماز' اہم کردار ادا کرتی ہے۔
اگر آپ کے ذمہ قضا نمازیں ہیں تو اس کا مسئلہ پوچھ کر اس کی ادائے گی شروع کردیں۔

معاملات

عبادات کے بعد اپنے معاملات کا بھی جائزہ لیجیے۔

آج حقوق العباد کے سلسلے میں کوتاہی بہت عام ہوگئی ہے۔ دین داری، بس نماز روزے تک ہی رہ گئی ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ستر (۷۰) نافرمانیاں لے کر قیامت کے میدان میں پہنچے تو یہ اس سے ہلکا جرم ہے کہ کسی بندہ کا ایک حق اپنے ذمہ لے کر میدانِ قیامت میں حاضر ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بندے محتاج ہیں۔ اس لیے ان کے حقوق کی ادائیگی کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

معاملات دین کا ایک بہت اہم شعبہ ہے۔ عبادات کے ذریعہ کمائی ہوئی نیکیاں، معاملات کے مسائل نظر انداز کرنے کی وجہ سے دوسروں کے حوالے کر دی جاتی ہیں۔

درِ مختار میں لکھا ہے کہ کسی کے ذمہ تین پیسے قرض کے رہ جائیں تو قیامت میں اس کی سات سو نمازیں قرض خواہ کو دلائی جائیں گی۔

معاملات کے مسائل میں وراثت کا مسئلہ جس قدر اہم اور قابلِ توجہ ہے، عام طور سے اس میں اسی قدر غفلت اور بے توجہی برتی جا رہی ہے۔ اگر آپ نے واقعی اپنی زندگی بدلنے کی نیت کر رکھی ہے، تو امید ہے کہ آپ نے بہنوں اور دوسرے حصہ داروں کا حق ادا کر دیا ہوگا، اور اگر خدانخواستہ ابھی تک ادا نہیں کیا تو کسی مفتی صاحب سے مسئلہ معلوم کر کے جلد از جلد ادائیگی کی کوشش کریں۔

حقوق العباد کے سلسلے میں بیوی کے مہر کا معاملہ بھی نہایت اہم ہے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کا کچھ مہر مقرر کرے، پھر یہ نیت رکھے کہ اس کے مہر میں سے اس کو کچھ نہ دے گا

یا اس کو پورا نہ دے گا تو وہ شخص زانی ہو کر مرے گا''۔ (حقوق العباد ص: ۳۰)

اس لیے اس طرف دھیان دینا نہایت ضروری ہے۔

اگر آپ تاجر ہیں، اور کاروبار بھی جائز کرتے ہیں، تو یہ نہ سمجھیں کہ جب کاروبار جائز ہے تو پھر اس میں مسئلہ معلوم کرنے کی کیا ضرورت! یاد رکھئے! جائز کاروبار میں ہی مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، ناجائز تو سرے سے ناجائز ہے، ناجائز میں مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں! وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہوسکتا۔

اس لیے جائز کاروبار کے مسائل علماء سے معلوم کیجئے۔ تاجر کے لیے کاروبار کے مسائل کا جاننا اتنا ہی ضروری ہے جتنا نماز اور روزے کے مسائل کا جاننا ضروری ہے، بل کہ اس سے بھی کہیں زیادہ! کیوں کہ کاروبار سے بندوں کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں اور بندوں کے حقوق میں کوتاہی کرنے سے آخرت میں بہت بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اگر اب تک کاروبار کے مسائل پوچھنے کا اہتمام نہیں تھا، تو اب طے کر لیجئے کہ علما سے پوچھیں گے۔ کیا پوچھیں گے؟.... اور کیسے پوچھیں گے؟

تو پوچھنے کی بہت سی باتیں ہیں مثلاً خریدنے کے شرائط

بیچنے کے شرائط

پیمنٹ (payment) کے شرائط

کیش ڈسکاؤنٹ (discount)

کیش ڈسکاؤنٹ پر رعایتیں کن کن شکلوں میں؟

ادھار مال میں، کتنے دن کا ادھار؟

کتنا فی صد بڑھا کر؟

اور جتنے دن کا ادھار تھا، اتنے دن میں پیمنٹ (payment) نہیں آیا تو اب بڑھا کر لینا کیسا؟...... جائز ہے یا ناجائز؟

یہ ساری باتیں، اسی طرح بے شمار باتیں پوچھنے کی ہیں۔

اور ایک عام مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے کوئی جگہ بیچی، خریدنے والے نے کچھ اڈوانس دیا اور باقی پیمنٹ کے لیے کچھ وقت لیا، وقت گذرنے کے بعد، بار بار یاددہانی کے باوجود بھی اس نے پیمنٹ نہیں دیا، آخر سودا کینسل کرنا پڑا، اس کینسلیشن (Cancellation) کے بعد، اڈوانس دیا ہوا پیسہ 'فارفٹ' (forfiet) ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اڈوانس دی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی۔ ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ معاملات اور لین دین میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو پوچھنے کی ہیں، اور پوچھنے کے بعد کبھی اندازہ لگتا ہے کہ اس میں تو ہمارا نقصان ہو جائے گا۔

ہمیں خوب سمجھ لینا چاہیے کہ شریعت پر چل کر کبھی کسی کا نقصان نہیں ہوا، اور رہی مقدر کی روزی، تو وہ کبھی بھی کم نہیں ہوتی۔

اگر واقعی اپنی زندگی بدلنے کی نیت ہو تو ان تمام باتوں کی فکر کرنا ضروری ہے۔ فکر کے ساتھ کوشش اور کوشش کے ساتھ دعا کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام معاملات کو عین شریعت کے مطابق کر دے۔

معاشرت

انسان دنیا میں مل جل کر رہتے ہیں اور ضرورتیں آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں، ملنے جلنے اور ساتھ رہنے والوں میں گھر کے افراد بھی ہوتے ہیں اور رشتہ دار بھی، پڑوسی بھی ہوتے ہیں اور دوست واحباب بھی۔ پھر آدمی جہاں کاروبار یا ملازمت

کرتا ہے، وہاں کے لوگوں کے ساتھ بھی رہتا ہے۔ اس طرح سے مل جل کر رہنے کو معاشرت کہتے ہیں۔ ان تمام لوگوں کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہوتے ہیں اور کچھ فرائض۔ ان کی رعایت کرنا اور ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کرنا اسلامی معاشرت کا تقاضہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اُس میں یہ صفت پیدا نہ ہو جائے کہ جو بات وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند کرنے لگے۔

معاشرت کے سلسلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں اور اللہ کے رسول ﷺ نے احادیث میں تفصیلی احکامات دیے ہیں، ان کو معاشرت کے احکام کہتے ہیں جو دین کا ایک اہم شعبہ ہے۔ عام طور سے لوگ اس کو دین نہیں سمجھتے، اس لیے نہ معاشرت کے مسائل پوچھتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔

کامل تقویٰ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم معاشرت کے شعبے میں بھی اپنا جائزہ لیں۔ مثلاً ہمارے گھروں میں، اگر پہلے شرعی پردہ نہیں تھا، تو گھر میں شرعی پردہ لانے کی کوشش کریں۔

جیسے پہلے اگر گھر میں بھتیجا آتا جاتا رہا ہے، جو بالغ ہے۔ اور بڑی امّی یا چچی کہتا ہوا اندر چلا جاتا ہے اور پردے کے بغیر بڑی امی، یا چچی سے، یا اپنی چچازاد بہنوں سے آپا اور باجی کہہ کر باتیں کیا کرتا ہے، اب اگر وہ گھر آتا ہے تو اس سے کہہ دیں کہ دیکھو بیٹا!

ہم نے اب تقویٰ حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے اور ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ رِواجی پردے

کو چھوڑ کر، شرعی پردہ کریں گے، اس لیے تم جب بھی گھر میں آؤ تو اطلاع کر کے آیا کرو تا کہ مستورات پردہ کرلیا کریں۔

دیکھو بیٹا! گھر تمہارا ہے۔ بار بار آؤ جاؤ، تمہارے آنے سے ہمیں خوشی ہوتی ہے، جب چاہے آؤ، مگر اِن مستورات کے ساتھ بے پردہ باتیں کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ آئندہ اس کا خیال رکھو۔

یا شادی بیاہ کی رسمیں جو ہم پہلے کیا کرتے تھے اب موقع آئے تو کسی عالمِ دین سے یا کسی اللہ والے سے اس کا شرعی طریقہ معلوم کریں، کہ ہم نے زندگی بدلنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے لہٰذا آپ ہمیں شادی کا شرعی طریقہ بتلا دیجیے کہ فلاں کام شریعت کی روشنی میں کیسے کروں؟

اخلاقیات

دین کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ اخلاق ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ کامل ایمان والا وہ مومن ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ قیامت کے روز سب سے زیادہ بھاری چیز جو مومن کے ترازو میں رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے اخلاق ہوں گے۔ پھر فرمایا: بلاشبہ بداخلاق سے اللہ تعالیٰ کو دشمنی ہے۔ (ترمذی)

تمام انبیا علیہم السلام اچھے اخلاق والے تھے اور اللہ پاک نے اپنے آخری نبی ﷺ کو اخلاق کے سب سے اونچے مقام پر فائز کیا تھا۔

اخلاق کے سلسلے میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ احادیث کے تتبُّع (غور خوض) سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ

پہنچے۔ کامل تقویٰ کے حصول کے لیے اپنے اخلاق کی درستگی کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

دین کے مذکورہ شعبوں سے متعلق اختصار کے ساتھ یہ چند باتیں میں نے اس لیے عرض کردی تا کہ اندازہ ہو سکے کہ زندگی کے کن کن شعبوں میں ہم نفس و شیطان کے بہکاوے میں مبتلا ہیں اور کہاں کہاں صحیح علم کی اور علمائے دین کی رہنمائی کی ہمیں ضرورت ہے۔

ایک اہم گزارش

قرآنِ کریم میں جنت کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ بتلایا ہے کہ یہ جنت متقیوں کے لیے بنائی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تقویٰ برتنے کا حکم بھی دیا ہے۔

اب ہم میں سے ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کیا ہم تقویٰ کی صفت سے آراستہ ہو چکے ہیں؟ اگر نہیں تو زندگی اور موت کا کیا ٹھکانہ؟ وہ کون سا موقع آئے گا جس میں تقویٰ حاصل کیا جائے؛ اس لیے اِن ایام کی بہت قدر کی جائے اور ہوش مندی کا تقاضہ یہی ہے کہ ان قیمتی ایام کو غفلت میں نہ گنوایا جائے۔

اخیر میں، میں کچھ ایسی باتیں عرض کردینا چاہتا ہوں جو حصول تقویٰ میں مددگار رہیں اور ہر ایمان والے کے لیے پوری زندگی میں بہت کام آنے والی ہیں۔ خود مجھے ان باتوں سے بڑا فائدہ ہوا ہے، یقین ہے کہ آپ بھی عمل شروع کرتے ہی اس کا فائدہ محسوس کریں گے۔ وہ سات باتیں ہیں جو پہلے اجمالاً لکھی جاتی ہیں پھر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کی جائیں گی۔

سات باتیں

(۱) تھوڑی تھوڑی دیر میں اس بات کو سوچا جائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

ممکن ہو سکے تو موبائل میں اس کا الارم لگا دیا جائے ہر تھوڑی دیر کے بعد ایک بیپ بجے جو اشارہ ہے کہ ''اللہ دیکھ رہا ہے''

(۲) سنت کا اہتمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کے ساتھ کیا جائے۔

(۳) سوچ کر نگاہ کا استعمال کیا جائے۔ پہلے خود سے پوچھ لے کہ کیا دیکھنا ہے؟ پھر نگاہ اٹھائے۔

(۴) سوچ کر زبان کا استعمال کیا جائے۔ جن باتوں سے کوئی نفع نہ ہو اسے نہ بولا جائے۔

(۵) وقفہ وقفہ سے اللہ پاک کی نعمتوں کو سوچ کر اس کا شکر ادا کیا جائے۔

(۶) تھوڑی تھوڑی دیر سے استغفار کیا جائے۔

(۷) ہر کام کا وقت طے کر لیا جائے اور اُس وقت وہی کام کیا جائے۔

اب ان باتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی بات

وقفہ وقفہ سے اس بات کا استحضار ہو کہ اللہ پاک مجھے دیکھ رہے ہیں اور میرے ساتھ ہیں۔ اس استحضار کا فائدہ دو صورتوں میں ظاہر ہوگا۔

اول: طاعت میں دل لگے گا کہ جب اللہ پاک مجھے دیکھ رہے ہیں اور میرے ساتھ ہیں تو میری بھی تمام تر توجہ اللہ پاک ہی کی جانب ہونی چاہیے اس طرح عبادت میں آدمی کا خشوع وخضوع بڑھ جائے گا۔ اور جب وہ اس استحضار کے ساتھ نماز پڑھے گا تو پھر اس نماز کی کیفیت ہی الگ ہوگی کہ اللہ پاک میرا قیام دیکھ رہے ہیں، میری تلاوت سن رہے

ہیں، میرا رکوع دیکھ رہے ہیں، میرا سجدہ دیکھ رہے ہیں، میرا قعدہ دیکھ رہے ہیں، میری تسبیحات سن رہے ہیں، جب نماز پڑھتے ہوئے یہ استحضار رہے گا تو پھر یہ شخص نماز کے تمام ارکان کو خشوع وخضوع کے ساتھ سنت کے مطابق ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔

حالاں کہ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ پاک نے ہمیں دن بھر میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کا حکم اسی استحضار کی مشق کے لیے دیا تھا کہ جب تمہیں نماز میں میرے دیکھنے اور ساتھ رہنے کا استحضار رہے گا تو باہر کی زندگی میں بھی یہ استحضار باقی رہے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری زندگی سے منکرات اور معاصی نکلنے شروع ہو جائیں گے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب ہمیں نماز ہی میں یہ استحضار نہیں رہتا تو باہر کی زندگی میں یہ استحضار کیسے ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ہماری زندگی سے منکرات نہیں نکلتے اور پکے نمازی ہونے کے باوجود ہم منکرات میں مبتلا رہتے ہیں۔

دوم: اس استحضار کا دوسرا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ جب آدمی پر یہ استحضار غالب رہے گا تو پھر وہ معاصی کے ارتکاب سے محفوظ رہے گا کیونکہ اسے یہ بات مستحضر ہے کہ اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہے پھر کیونکر اس کی نافرمانی کی جائے؟ تو درحقیقت یہ استحضار معاصی کے ارتکاب سے مانع بنے گا کیونکہ بالعموم گناہ کا صدور اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی یہ تصور کرتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور کسی کو اس گناہ کا پتہ نہیں ہے لہٰذا؛ وہ گناہ کر بیٹھتا ہے۔ حالاں کہ ہر مسلمان یہ بات جانتا ہے کہ اللہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے اور اس کی ہر حرکت اور عمل سے واقف ہے اور بروقت گناہ پر گرفت کی قدرت بھی رکھتا ہے لیکن چونکہ اسے یہ بات مستحضر نہیں رہتی اس لئے وہ گناہ کرتا رہتا ہے۔ اور جب یہ استحضار غالب ہو جاتا ہے تو پھر آدمی میں ایک گونہ خوف و

خشیت پیدا ہوتی ہے کہ جب اللہ پاک ہر وقت میرے ساتھ ہیں اور مجھے دیکھ رہے ہیں تو پھر ان کی نافرمانی کیسے کروں؟ لہٰذا وہ گناہ پر جرأت نہیں کر پاتا۔ الغرض اس استحضار سے ایک طرف طاعت میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف معصیت سے بچنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔

دوسری بات

سنت کا اہتمام حضور ﷺ کی یاد کے ساتھ کیا جائے۔ ایک ہے سنت کا علم ہوجانا کہ کسی نے ہمیں کوئی سنت بتلادی اور ہم اس پر عمل کرنے لگے، اور ایک ہے سنت کا علم حاصل کرنے کی جستجو کرنا کہ ہر ہر عمل میں آپ ﷺ کا مسنون طریقہ معلوم کرنے کی فکر پیدا ہوجائے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ ہم چند اعمال کا مسنون طریقہ جانتے ہیں اور اس پر عمل کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ ہم سنت کا اہتمام کررہے ہیں حالاں کہ بہت سے مسنون اعمال کا ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا، لہٰذا چند اعمال میں آپ ﷺ کی اتباع پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ہم اپنے اندر یہ فکر پیدا کرلیں کہ زندگی کے تمام شعبوں میں اور روزانہ پیش آنے والے تمام اعمال میں آپ ﷺ کا مبارک طریقہ معلوم کرنے اور مختلف اوقات کی مسنون دعائیں معلوم کرکے ان کا اہتمام کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلہ میں اسوۂ رسول اکرم ﷺ، الدعاء المسنون، حصنِ حصین، عمل الیوم واللیلۃ، شمائل کبریٰ اور مسنون دعائیں ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ مطالعہ کی ترتیب یہ ہو کہ سب سے پہلے ان کتابوں کی فہرست دیکھ کر ان مقامات کو نشان زد کیا جائے جن سے روزانہ سابقہ پڑتا ہے پھر ان کی تفصیل دیکھ کر ان اعمال و اذکار کو اپنا معمول بنایا جائے۔ اس سلسلہ میں ایک خاص امر کی نشاندہی ضروری ہے کہ

ہر عمل میں اتباعِ سنت کی فکر کے ساتھ یہ اہتمام بھی ہو کہ سنت پر عمل آپ ﷺ کی یاد کے ساتھ ہو کہ آقا اس عمل کو اس طرح انجام دیا کرتے تھے اس لئے میں آپ کی اتباع میں اس عمل کو اس طرح انجام دے رہا ہوں، آپ اس موقع پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے لہٰذا میں آپ کی اتباع کی نیت سے یہ دعا پڑھ رہا ہوں۔

دوستو! اس معاملہ میں بہت کوتاہی ہوتی ہے سنت پر عمل تو ہوتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی یاد کے بغیر ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس عقیدت وعظمت کے ساتھ سنت پر عمل ہونا چاہیے، وہ نہیں ہوتا اور پھر دھیرے دھیرے وہ مسنون اعمال عادتاً ہونے لگتے ہیں، اتباعِ سنت کا جذبہ ختم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے یہ بہت ہی ضروری ہے کہ ہر سنت پر عمل کرتے وقت ذہن میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہو۔ جب اس طرح سنت پر عمل ہوگا تو انشاء اللہ اتباعِ سنت کے ثمرات وبرکات زندگی میں ظاہر ہوں گے کہ چہرہ پر صلحا کا نور ہوگا عمل پر اجر وثواب کا ترتب ہوگا، عنداللہ وعندالناس محبوبیت سے نوازا جائے گا۔

تیسری بات

سوچ کر نگاہ کا استعمال کیا جائے۔

قرآن مجید میں مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں لہٰذا سب سے پہلے نگاہ نیچی رکھ کر چلنے کی عادت بنائی جائے۔ جو جتنا زیادہ نگاہیں نیچی رکھ کر چلنے کا عادی ہوگا وہ اتنا ہی بد نگاہی سے محفوظ رہے گا۔ پھر نگاہ اٹھانے سے قبل یہ سوچا جائے کہ مجھے کیا دیکھنا ہے اور کیوں دیکھنا ہے؟ اور مقصود پورا ہوتے ہی پھر نگاہ کو جھکا لے، اگر نگاہ اٹھاتے وقت بلا قصد کسی غیر محرم پر نگاہ پڑ جائے تو نگاہ پڑتے ہی اولاً پلکوں کو بند کرلے اور پھر چہرہ پھیر لے یہ پلکوں کا بند کرنا اتنی تیزی کے ساتھ ہو کہ کسی طرح یہ نگاہ اس غیر محرم کے

حسن کو چرا نہ سکے۔موجودہ دور میں جب کہ راستوں میں قدم قدم پر بے پردہ عورتوں سے سابقہ پڑتا ہے اس طریقے پر عمل کرنے سے انشاء اللہ بدنگاہی سے بچنا بہت حد تک آسان ہوجائے گا۔

چوتھی بات

سوچ کر زبان کا استعمال کیا جائے۔

زبان کے غلط استعمال سے آدمی کی نیکیاں بہت جلد ضائع ہوجاتی ہیں۔زبان بظاہر تو بہت چھوٹی ہے لیکن اس سے صادر ہونے والے گناہ بہت بڑے ہیں جیسے جھوٹ، غیبت، بہتان، کسی کو بلا وجہ برا بھلا کہنا، غصہ میں بے جا کلمات کہنا اور کچھ نہیں تو لایعنی کرنا وغیرہ یہ سارے گناہ زبان ہی سے ہوتے ہیں۔لہٰذا بہت سوچ سمجھ کر اسے استعمال کرنا چاہیے۔اگر دیگر گناہوں سے صرفِ نظر کر کے صرف لایعنی کو لیں تو یہ ایسا سخت گناہ ہے کہ اس کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے کہ لایعنی نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو جلا دیتی ہے۔اس حدیث کے پیشِ نظر ہم اپنا جائزہ لیں کہ اگر ہم معاشرہ میں کچھ دین دار سمجھے جاتے ہیں اور ہمیں کسی درجہ میں خوفِ خدا ہے تو ہم جھوٹ، غیبت، بہتان وغیرہ گناہوں سے بچنے کا تو اہتمام کرتے ہیں لیکن لایعنی ایک ایسا مرض ہوچکا ہے جس سے اب دیندار بھی محفوظ نہیں ہیں الا ماشاء اللہ۔وہ بھی اس راستہ سے اپنی نیکیاں ضائع کر دیتے ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے لایعنی پر ہی بریک لگایا جائے، جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بات کہنے سے قبل سوچا جائے کہ اس بات کا کہنا کتنا ضروری ہے؟ یا نہ کہنے سے کیا نقصان ہے؟ اگر نہ کہنے سے کچھ نقصان ہوتا ہو تب تو کہا جائے اور اگر نہ کہنے میں کچھ نقصان نہ ہو تو خاموش ہی رہا جائے۔یہی

دراصل ضروری گفتگو کا معیار بھی ہے۔اس طریق پر عمل کرنے کا فائدہ دو صورتوں میں ظاہر ہوگا:

ایک تو آدمی کا بہت سا وقت جو فضول گفتگو کی نذر ہوجاتا تھا بچ جائے گا جس میں وہ دوسرے طاعت کے کام انجام دے سکتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جب آدمی لایعنی سے بچنے کا اہتمام کرے گا تو زبان کے دیگر گناہوں سے از خود اس کی حفاظت ہوجائے گی۔

پانچویں بات

وقفہ وقفہ سے اللہ پاک کی نعمتوں کو سوچ کر اس کا شکر ادا کیا جائے۔

ناشکری بھی ایک مرض ہے جو ہم لوگوں میں اب بہت عام ہوگیا ہے۔جب کسی سے ملاقات ہو تو سلام دعا کے بعد خیریت پوچھے جانے پر سب سے پہلے ہماری زبان سے تکلیفوں کا اظہار ہوتا ہے کہ کہاں کی خیریت؟ آج تو سر میں بہت درد ہو رہا ہے حالاں کہ ہماری بینائی ٹھیک ہے، سماعت ٹھیک ہے، ہاتھ پیر، پیٹ اور بدن کے دیگر اعضاء صحیح سالم ہیں اور ٹھیک ٹھیک کام کر رہے ہیں اس پر تو ہم شکر ادا نہیں کرتے کہ ماشاء اللہ سارے اعضاء ٹھیک طرح کام کر رہے ہیں صرف سر میں کچھ درد ہونے پر فوراً حرفِ شکایت زبان پر لے آتے ہیں اور ناشکری کرنے لگتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک بزرگ میرے پاس تشریف لائے انہیں پتہ تھا کہ میں اکثر بیمار رہتا ہوں انہوں نے میری خیریت دریافت کی، میں نے فوراً اپنی ساری تکلیفیں سنانی شروع کیں جس میں تقریباً تین منٹ لگ گئے پھر عرض کیا کہ حضرت! چوبیس گھنٹہ میں جتنے منٹ ہوتے ہیں ان میں تین منٹ کی تکلیف ہے باقی سب راحت ہے۔اسی طرح ایک

بزرگ راستہ چلتے ہوئے گر پڑے جس کی وجہ سے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ،فوراً شکر ادا کرنے لگے۔لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کے دو دانت ٹوٹ گئے اور آپ شکر ادا کررہے ہیں؟فرمایا کہ میں اس پر شکر ادا کررہا ہوں کہ صرف دو ہی دانت ٹوٹے ہیں باقی تیس اب بھی محفوظ ہیں۔

اسی طرح ایک بزرگ پر راستہ چلتے ہوئے راکھ گر گئی جس سے سارے کپڑے کالے ہوگئے فوراً کپڑا جھاڑتے ہوئے شکر ادا کیا۔لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! آپ پر راکھ گر گئی جس سے کپڑا خراب ہوگیا اور آپ شکر ادا کررہے ہیں؟

فرمایا کہ میں اس پر شکر ادا کررہا ہوں کہ جو اپنی بداعمالیوں کے سبب آگ کا مستحق تھا اس پر صرف راکھ ڈالی گئی ہے کیا یہ شکر کا موقعہ نہیں ہے؟

ان واقعات کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم غیر موجود نعمتوں کو سوچ کر حسرت و افسوس اور ناشکری کرنے کے بجائے موجودہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا مزاج بنالیں کہ تقدیر کے فیصلوں پر راضی رہنا بھی جزوِ ایمان ہے۔اور ویسے بھی غیر موجودہ نعمتوں کو سوچ کر ناشکری کرنے سے وہ نعمتیں حاصل نہیں ہوجاتیں ،لہٰذا ہر حال میں شکر ہی کو اپنا شیوہ بنانا چاہیئے جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر سے اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرکے اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ لَكَ الشُّكْرُ پڑھا جائے کہ پروردگار! آپ نے مجھے بغیر استحقاق کے کتنی نعمتیں عطا کررکھی ہیں حالانکہ میں سراپا گنہگار اور نافرمان ہوں اس کے باوجود یہ محض آپ کا فضل اور مہربانی ہے کہ آپ نے مجھے اتنی راحتوں اور نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔اس طرح غور کرنے سے انشاء اللہ شکر کی توفیق ہوگی اور ناشکری سے محفوظ رہیں گے۔

چھٹی بات

تھوڑی تھوڑی دیر سے استغفار کیا جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ ،جن کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا تھا، دن میں ستر (۷۰) مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ایک ہی مجلس میں سو مرتبہ ’’اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ‘‘ کہتے ہوئے سنا۔(نسائی)

استغفار کرتے ہوئے سچی ندامت اور دل کا استحضار بھی ضروری ہے۔بزرگوں نے لکھا ہے کہ جس استغفار میں دل کا استحضار نہ ہو،اُس استغفار کے لیے بھی استغفار کرنا چاہیے۔

اس سے دو باتیں خاص طور سے سمجھ میں آتی ہیں، اول یہ کہ بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ بندہ ہر وقت باری تعالیٰ کے حضور اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرتا رہے۔

دوسرے یہ کہ اس عمل کے ذریعہ نبی ﷺ امت کو کثرت سے استغفار کی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔استغفار کے بے شمار فائدے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ اس نے گناہ ہی نہ کیا ہو۔استغفار کرنے سے انسان کے تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سچی اور خالص توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کردیتا ہے اور ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔(سورۃ التحریم: آیۃ ۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ واستغفار کرنے سے غم و پریشانیاں دور ہوجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا

توبہ کرنے سے اللہ تعالی اس کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دیتا ہے۔ (سورۃ الفرقان: آیۃ ۷۰)

توبہ واستغفار کرنے سے اللہ تعالی بارش برساتا ہے، مال اور اولاد اور باغات دیتا ہے۔ (سورۃ نوح: آیۃ ۱۰۔۱۱۔۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات سے قبل یہ کلمات کثرت سے پڑھتے تھے: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْه ۔
(بخاری ومسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالی رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں گناہ کیے ہیں وہ رات میں اللہ تعالی کی طرف پلٹ آئے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں اگر کسی نے کوئی گناہ کیا ہے تو دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے۔ (مسلم)

استغفار کرنے سے اللہ تعالی کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

(سورۃ النمل: آیۃ ۴۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ کہے أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِی لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ تو اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے اگرچہ کہ اس نے جہاد سے بھاگنے کا ارتکاب کیا ہو۔ (بخاری ومسلم)

ساتویں بات

وقت کے تعین کے ساتھ کام کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

جو وقت کی قدر نہیں کرتا اور وقت کے تعین کے بغیر کام کرتا ہے اس سے تو کوئی کام نہیں

ہوسکتا نہ دینی نہ دنیوی۔ اور ہر وقت اپنے کو مشغول بھی سمجھے گا۔

دینی اور دنیوی ترقی کا انحصار اسی پر ہے کہ آدمی اپنے اوقات کا کتنا صحیح استعمال کرتا ہے۔ آپ خواہ جس لائن کی محنت لے لیں جب تک آدمی اوقات کا صحیح استعمال اور نظام الاوقات کے تحت کام نہیں کرے گا اس لائن میں ترقی کا تصور اس کے لیے ناممکن ہے۔

حضرت تھانویؒ ہی کو دیکھ لیجئے کہ اللہ پاک نے ان سے دین کا کس قدر کام لیا کہ سینکڑوں کتابیں تصنیف کردیں جن کا پڑھنا بھی آج لوگوں پر دشوار ہے۔ ایسا نہیں تھا کہ حضرتؒ کے پاس لکھنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا بلکہ دیگر بہت سے مشاغل تھے جنہیں اپنے اپنے وقت پر انجام دیا جاتا تھا۔ مواعظ ہوتے، مجالس ہوتیں، آنے والے خطوط کے جوابات دیئے جاتے، اسفار ہوتے وغیرہ۔ غرضیکہ یہ سارے کام ایک نظامُ الاوقات کے تحت ہوتے کہ جس کام کا جو وقت متعین ہے اس وقت وہی کام کیا جاتا کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ متعینہ کام کے علاوہ کوئی اور کام کرلیا جائے۔ اوقات کی قدر دانی اور وقت کے تعین کے ساتھ کام کرنے کا اہتمام گویا آپ کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی جس کے خلاف ہونا قطعاً آپ کو برداشت نہ تھا۔ آپ کا یہ معمول دو چار سال نہیں رہا بلکہ اپنی عمر کے ساٹھ سال حضرتؒ نے اسی ضابطہ کے ساتھ گزارے اور اپنی زندگی کے کارنامے اور دینی خدمات سے آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لئے شمعِ رشد وہدایت روشن فرماگئے۔ یہ حضرتؒ کی وہ استقامت تھی جو یقینا کرامت سے بڑھی ہوئی تھی۔ اسی کی برکت تھی کہ اللہ پاک نے آپ کی ذات سے دین کا اتنا بڑا کام لیا جو ماضی قریب میں کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں آیا۔ ایسا نہیں ہے کہ اوقات کی قدر دانی اور نظامُ الاوقات کے تحت کام کرنے پر اللہ پاک کی جانب سے یہ انعام صرف آپ کی ذات کے ساتھ یا صرف پچھلے لوگوں کے ساتھ ہی

مخصوص تھا بل کہ آج بھی جو وقت کی قدر کرتے ہوئے اوراس کا صحیح استعمال کرتے ہوئے کام میں لگتا ہے تو اللہ پاک اسے اس کام میں ترقی عطا فرماتے ہیں۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کی نشانی یہ ہے تم لوگ اپنے اوپر دس چیزوں کو لازم قرار دے لو:

(۱) سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ زبان کو غیبت سے پاک وصاف رکھو۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ بدگمانی سے ہمیشہ بچتے رہو۔

(۳) تیسری بات یہ کہ تم لوگ دوسرے کا مذاق اڑانے سے گریز کرو۔

(۴) چوتھی یہ ہے کہ نگاہ کو حرام جگہ پڑنے سے بچاؤ۔

(۵) پانچویں بات یہ ہے کہ جب بھی بولو سچ بولو۔

(۶) چھٹی بات یہ ہے کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا استحضار رکھو۔

(۷) ساتویں بات یہ کہ مال صحیح مصرف پر لگاؤ، ناجائز جگہ مت خرچ کرو۔

(۸) آٹھویں بات یہ ہے کہ اپنے لئے تکبر اور بڑائی کو پسند نہ کرو۔

(۹) نویں بات یہ ہے کہ پنج وقتہ نماز میں قیام وقرآت اور رکوع وسجود کے ساتھ آداب ومستحبات کی رعایت کرتے ہوئے وقت پر ادا کرو۔

(۱۰) دسویں چیز یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہء کرام کی جماعت کے طریق پر مضبوطی سے گامزن رہو۔